ہمارا پیام۔ دستور اتحاد

مفکر اسلام فیلسوف مشرق آیۃ اللہ سید محمد باقر الصدر طاب ثراہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا

سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف نہ کرو

(سورۂ آل عمران ۱۰۳)

لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدر ط باسھم بینھم شدید ط تحسبھم جمیعا و قلوبھم شتیط ذلک بانھم قوم لا یعقلون

یہ سب لوگ مل کر بھی تم سے نہیں لڑ سکتے مگر ہر طرف سے محفوظ بستیوں میں یا (شہر پناہ کی) دیواروں کی آڑ میں۔ ان کی آپس میں تو بڑھی دھاک ہے کہ تم خیال کرو گے کہ سب کے سب یک جان ہیں مگر ان کے دل ایک دوسرے سے بیگانہ ہیں کیونکہ یہ لوگ بے عقل ہیں۔

(حشر ۱۴)

اسلام کے وہ عظیم اعلانات، جن کی طرف وہ کسی وقفہ کے بغیر دعوت دیتا رہا ہے۔ ان میں سے ہر اعلان کے اندر اتحاد کا پیغام موجود ہے اور روزمرہ کی زندگی میں اسے قائم کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے اندر طاقت و شوکت پیدا ہو اور دشمن سے معرکہ آرائی کے موقع پر فتح و غلبہ نصیب ہو۔

اور اسلام اپنے پیروکاروں کو آپس میں اتحاد قائم کرنے کی جو دعوت دیتا ہے وہ اپنی اساس و بنیاد کے اعتبار سے بھی اور ظاہری آثار و نتائج کے اعتبار سے بھی اس پیغام اتحاد سے یکسر مختلف ہے ـــــ جس کی مغربی سرمایہ داری یا ـــــ مارکسی اشتراکیت دعوت دیتی ہے۔

سرمایہ دارانہ معاشرہ میں ظاہری طور سے سماجی اتحاد نظر آتا ہے، لیکن وہ صرف شخصی، گروہی یا طبقاتی مفادات کے تحت قائم ہے۔

اگر کسی وقت بھی ان میں سے کسی کے مفاد کو زک پہنچی تو اس اتحاد میں رخنے پڑ جائیں گے، اختلافات نمایاں ہو جائیں گے اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ ظاہری اتحاد ایک پرفریب سراب سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ جس کی سب سے روشن مثال ''فرانس'' ہے۔ جو مغربی تہذیب کا بہت بڑا علمبردار ہے۔ لیکن اس کی زندگی کے نازک ترین لمحات میں اس کا قومی اتحاد اس طرح پارہ پارہ ہوا کہ ـــــ نتیجتاً چند گھنٹوں کے اندر اندر اسے جرمنی کی فوجوں کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اسی طرح سوشلسٹ معاشروں اور ان کے قبل فاشزم کی راہ پر چلنے والوں اور نازیوں کے یہاں بھی ظاہری طور پر سماجی اتحاد نظر آتا ہے۔ لیکن ـــــ یہ دور سے نظر آنے والا ہے فرضی اتحاد ہے؛ جس میں ہر انسان کی انفرادی قدر و قیمت اور اسے ذاتی طور سے جو مواقع حاصل ہونے چاہئیں جن میں وہ آزادی سے آگے بڑھ سکے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکے ـــــ ان تمام باتوں کا انکار پوشیدہ ہے۔

یہ اتحاد لوگوں کی مرضی و اختیار کے بجائے جبر و اکراہ پر قائم ہے۔ بالفاظ دیگر یہ ایسا اتحاد ہے جو حکومت کے شکنجہ کی وجہ سے قائم ہے۔ دل و دماغ سے ابلنے والے شعور و ادراک کے چشموں سے

اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ادراک ذات رکھنے والے افراد کو جیسے ہی موقع ملا، پہلی فرصت میں اس ظاہری اتحاد کا محل چکنا چور ہو جائے گا۔

کیونکہ ہر وہ اتحاد جو انسان کے ضمیر و وجدان کے مطابق نہ ہو اور جسے لوگوں نے دل سے قبول نہ کیا ہو، وہ فریب ہے جس کا پردہ ایک نہ ایک دن چاک ہو کر رہے گا۔

حقیقی اتحاد وہ ہے جس کی ضرورت کو لوگ دل کی گہرائیوں سے محسوس کریں اور جو لوگوں کے درمیان الفت و محبت کے گہرے رشتوں کو استوار کر دے۔ اور صرف دین و مذہب کی بنیاد پر قائم ہونے والا اتحاد ہی دل کی گہرائیوں میں پنپ سکتا ہے اور راسخ بھی رہ سکتا ہے۔

کیونکہ افراد، جماعتوں اور طبقات کے مفادات ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں یہ اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ چونکہ اس اتحاد کی بنیاد سب میں مشترک ہوتی ہے اس لیے سب کے اندر مستحکم بھی رہ سکتی ہے۔

یہی وہ اتحاد ہے جسے قائم کرنے کی دعوت خداوند عالم اپنے متقی و پرہیزگار بندوں کو دیتا ہے کیونکہ ـــ یہ اتحاد نہ تو مفادات کی بنا پر ہے اور نہ حکومتی شکنجہ کی وجہ سے ہے۔ بلکہ یہ وہ اتحاد ہے جس کے چشمے خداوند عالم پر ایمان رکھنے والوں اس کی خاطر عمل کرنے والوں اور اس کی طرف دعوت دینے والوں کے دل سے ابلتے ہیں۔ اسلام جس اتحاد کی دعوت دیتا ہے وہ انسانی زندگی کے دوش بدوش چلنے والا ہے یہ اتحاد وہ ہے جو، انسان کی انفرادی شخصیت کو نشو و نما پانے کا موقع دیتا ہے۔ پیداوار بڑھانے، چیزیں ایجاد کرنے اور نئی نئی راہیں کھولنے کے وسائل بھی فراہم کرتا ہے اور توانائیوں کے درمیان اس طرح توازن بھی قائم کرتا ہے کہ نہ کوئی طاقت دوسری طاقت کو مغلوب کر سکے اور نہ ایک کی صلاحیت دوسرے پر تسلط حاصل کر سکے۔

اسلام حقائق کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دے کر سماجی ڈھانچہ کے اندر اس طرح نظر انداز نہیں کر دیتا کہ مخالف عناصر اسے چیلنج کر دیں بلکہ وہ اس اتحاد کو دوام و استحکام بخشنے والے اسباب بھی فراہم کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے تمام انفرادی، طبقاتی اور عمومی و اجتماعی مفادات و مصالح میں نظم و ضبط اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے تا کہ تصادم کی نوبت ہی نہ آنے پائے جس کی وجہ سے قوم ٹکڑوں میں بٹ کر بکھر جائے۔

اسلامی قانون میں ان تمام امور پر بھرپور توجہ دے کر ہر مسئلہ کا عادلانہ حل تجویز کیا گیا ہے، اس کے بعد اتحاد کی دعوت دی گئی ہے۔

دل سے پیدا ہونے والی یہ وحدت صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ ماضی کے وہ تمام صاحبان ایمان بھی جو آسمانی پیغام کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اس دائرہ میں شامل ہیں۔ ان میں بھی آپس میں اتحاد شخصی مصلحتوں اور مفادات کے تابع نہیں تھا بلکہ دل کی گہرائیوں سے تھا۔ البتہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا خوبصورت ترین مظاہرہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوا پھر مسلمانوں کے دینی رہنماؤں نے جن کے راس و رئیس حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے، باہمی اتحاد کی حتی الامکان حفاظت کی۔

اسی باہمی اتحاد کی وجہ سے عہد پیغمبرؐ میں مسلمانوں کو اپنے بکثرت دشمنوں پر بالادستی حاصل ہوئی جبکہ دشمنوں کی حالت مختلف تھی ان کے نفوس پراگندہ اور دل منتشر تھے، ہر شخص کی اپنی

غرض اور ہر قلب میں ہوس بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ خداوند عالم نے اسلام کے دیرینہ دشمن یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کے باہمی اختلاف اور اس سے پیدا ہونے والی کمزوری کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

باسهم بينهم شديد تحسبهم جميعا و قلوبهم شتّى

''ان میں آپس میں سخت جنگ وجدال ہے تم لوگ انہیں متحد سمجھتے ہو لیکن ان کے دل پراگندہ ہیں۔''

جبکہ دوسری طرف ـــــ اس وقت کے مسلمانوں کی کیفیت یہ تھی کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے تھے چنانچہ ارشاد قدرت ہے:

''**ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص**''

''خداوند عالم ان مجاہدین کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفہ بستہ ہو کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔''

ظاہر میں بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار! اور ـــــ باطن میں بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار ـــــ!!

حیات و کائنات اور انسان کے بارے مین جن کا ایک ہی نقطۂ نظر ہو اور مسائل ومقاصد میں جن کا ایک ہی تصور!!

لیکن ان زرق برق مسلمانوں کی صورتحال اس وقت دگر گوں ہوگئی جب انہوں نے اپنی روش بدل دی، اسلام کی تعلیمات سے دور ہو گئے، اسلام کے علاوہ دوسری تحریکوں نے ان کے دل و دماغ کو پراگندہ کر دیا اور اسلام کے علاوہ دوسرے مقاصد نے ان کی امنگوں پر قبضہ کر لیا۔ قرآن صدیوں پہلے ہی اعلان کر چکا ہے کہ:

''خداوند عالم کسی قوم کی نعمتوں کا رخ اس وقت تک (دوسری طرف) نہیں موڑتا جب تک وہ خود اپنی روش نہ بدل لیں۔'' (انفال ۵۳)

آج اسلامی وجود کو دنیا کے نقشہ پر نہایت ہولناک صورتحال کا سامنا ہے۔ سامراجی طاقتیں، کینہ پرور صیہونزم اور ملحدانہ مادی تحریکیں یلغار کر رہی ہیں اور مسلمان ہر جگہ ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں

گمراہ کن تحریکیں، نسل جدید کو گروہوں میں بانٹ کر اسلام سے دور کر رہی ہیں اور بت پرستانہ خیالات وتصورات ان کے درمیان آپس میں ایسی دیواریں کھڑی کر رہے ہیں جو ان کے نظریات پر بھی اثر انداز ہوں اور احساسات پر بھی ـــــ!

بہت سے مسلمان معاشروں میں سامراج اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو چکا ہے کہ لوگوں کی موجودہ زندگی ایسے اصول وطریقے پر ڈھال دی جائے کہ یہ معاشرے اسلام سے قبل والی کافرانہ حالت پر پلٹ جائیں اور بہت سے مسلمان معاشروں میں قدیم زمانۂ جاہلیت کے بتوں جیسی شخصیتوں کو زندہ کر کے انہیں ان معاشروں اور اسلامی اقدار کے درمیان حائل کر دیا گیا ہے۔

اور جب ان کے دل ودماغ؛ اسلام کے اغراض ومقاصد کی طرف مائل ہوئے تو ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔

آج ایک طرف مسلمانوں کے اختلاف، افتراق اور ان کے دل ودماغ کی یہ حالت ہے اور؛ دوسری طرف ـــــ عالم اسلام کے قلب میں فلسطین کی سرزمین پر؛ لوگوں کا ایک ٹولہ ـــــ جن کا نہ وطن ایک تھا، نہ زبان، نہ ثقافت، نہ عادتیں، نہ رسم ورواج۔ دنیا کے مختلف علاقوں سے آکر اپنا مستقل وجود اور اپنی ایک امتیازی حیثیت ساری دنیا سے تسلیم کرا رہا ہے۔

جو صرف اور صرف اپنے مذہب کی بنیاد پر وہاں جمع ہوئے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے تمام مظاہر میں اسی مذہب کی چھاپ

بقیہ صفحہ ۱۳ پر

میں یہ مردان کامل شرمندہ نہ ہوں گے۔ قحط کے زمانہ میں یہ سیرو سیراب رہیں گے۔ کیونکہ شریر لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔

زبور کے اس مزمور میں کئی وعدے ہیں۔ تمام شریر لوگوں کی ہلاکت کی خبر دی گئی ہے، صالحین کے اللہ کی مدد سے تمام زمین کے وارث ہونے کا اعلان ہے۔ یہ وراثت ایسی ہوگی کہ پھر بدسرشتوں کو غلبہ حاصل نہ ہوسکے گا۔ مکمل غلبہ سے قبل حق و باطل کے ٹکراؤ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کا بھی وعدہ ہے کہ اس دور میں کبھی مومنین کو شکست کی خجالت برداشت نہیں کرنا ہوگی، بلائیں اور قحط صرف بدسرشت لوگوں کے حصہ میں ہوں گے، اہل ایمان کا دباؤ اور آسمانی مصیبتیں مل کر شریر افراد کا خاتمہ کردیں گی۔

قرآن مجید کے حوالے کے مطابق جب اس مزمور کا مطالعہ کیا جائے تو وہ پوری کی پوری تصویر جو امام زمانہؑ کے سلسلہ میں روایات پیش کرتی ہیں پیش نظر ہوجاتی ہے۔

خدا وہ دن جلد لائے جب شر وفساد، کفر والحاد شریروں اور ملحدوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے دفن ہوجائے اور وارث ارض اور مصلح اعظم ظہور فرمائے جس کے تمام اہل دیانت منتظر ہیں۔

لیکن مومنین کو یہ غلبہ یونہی نہیں حق و باطل کے آخری ٹکراؤ کے بعد حاصل ہوگا جس میں شیطنت بھی اپنا پورا زور لگائے گی۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ وہ اہل ایمان جو برابر دعا کرتے رہتے ہیں **اللھم عجل فرجه و سھل مخرجه** اپنے کو ذہنی و عملی طور پر آمادہ رکھیں اپنے اخلاق و کردار کو ایسا بنالیں کہ امامؑ کے ساتھیوں میں ہوسکیں۔ ان کا شمار مفسدین و فاسقین میں نہیں صالحین و مومنین میں ہو۔

اللھم اجعلنا من اعوانه و انصاره

بقیہ ہمارا پیام.....................

لگا رہے ہیں۔ تا کہ یہی مشترک عنصر ان کے درمیان نمایاں رہے اور اسی بنیاد پر وہ اپنے وجود کو باقی رکھ سکیں۔ سوچیے، یہ کون لوگ ہیں؟

یہ یہودی ہی تو ہیں جو اپنے تجربہ کی روشنی میں آگے بڑھ رہے ہیں اور اس پر سختی سے قائم ہیں۔

مذہب کی بنیاد پر ایک مملکت وجود میں لانے کا تجربہ یہودیوں نے مسلمانوں کی سماعت و بصارت کے سامنے کیا اور ان ہی کے علاقوں کو غصب کیا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان کی مدد کی۔

اس تجربہ نے مسلمانوں کو اس فیصلہ کن بات کے روبرو کھڑا کردیا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمانوں جیسی زندگی گزاریں، سچے مسلمانوں جیسی روش اپنائیں۔

اب اگر ان لوگوں نے اپنے وجود کو اسلام میں مرتکز نہ کیا اپنے مسائل کا حل اسلام کے دامن میں تلاش نہ کیا اپنی زندگی کے معمولات، باہمی تعلقات اور غیر مسلموں کے ساتھ روابط میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کو نہ اپنایا تو ـــــ تو ہر لالچی کے لئے لقمۂ تر؛ اور ـــــ ہر استعمار پسند ظالم کے لیے آسانی سے حاصل ہونے والا شکار بن جائیں گے۔ اور اگر مادی اسباب و وسائل کی فراوانی کی بنا پر مذکورہ بالا دشمنوں سے بچ گئے تو وہ گوناگوں آفتیں اور بلائیں جنھوں نے آج کے غیر مسلم معاشروں کو پریشان کررکھا ہے، وہ مسلمانوں کے وجود کو بھی کچل دیں گی اور ان کی زندگی میں زہر گھول دیں گی ـــــ لہٰذا مسلمان ہوشیار ہوجائیں، اور یہ سمجھ لیں کہ ـــــ ان کی بقا و نجات صرف اسلام ہی کے ذریعہ ممکن ہے!!!